

# ایک کان والا ہرن



PMSP  
Punjab

kamran Hunting  
ملکیت حکومت پنجاب

ODA



# ایک کان والا ہرن

## I

بحرالکابل اور کاگوشی Kagoshima کے علاقے میں ایک جزیرہ Yaku

واقع ہے، جس کا قطر تقریباً ڈیڑھ سو کلو میٹر ہے۔ اس جزیرے میں تیس سے زیادہ پہاڑ ہیں جن کی اونچائی ایک ہزار میٹر سے زیادہ ہے۔ اس کے آس پاس ایسی وادیاں بھی ہیں جہاں ابھی تک کسی آدمی نے قدم نہیں رکھا۔ جزیرے پر دو ہزار سال سے زیادہ پرانے جاپانی صنوبر کے بہت گھنے درخت ہیں۔ اتنے گھنے کہ دن کو بھی ان درختوں کے نیچے اندھیرا چھایا رہتا ہے۔

ان جاپانی صنوبروں کے درمیان ایسے ہرن گھومتے پھرتے ہیں جن کی آنکھیں انگری رنگ کی ہوتی ہیں۔

جزیرہ یکو میں کیچی سو کے Kichisuke نامی ایک بوڑھا رہتا ہے۔ وہ ہرنوں کے شکار کا ماہر ہے۔ اس کا نام کاگوشی ما کے پورے علاقے میں مشہور ہے۔ اس بوڑھے نے مجھے ایک خط لکھا کہ اس سال ہرن کے شکار کے لیے ضرور آؤ۔ چنانچہ پچھلے دسمبر کے وسط میں میں اس کے پاس گیا۔

وہ بوڑھا اپنے کندھے پر پرانی بندوق رکھے دو مضبوط کتوں کے ساتھ صنوبر کے بڑے بڑے درختوں کے درمیان پنے تلے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔

جاڑے کے موسم میں جزیرے کا پہاڑ قبرستان کی طرح سنسان اور پُراسرار لگ رہا تھا۔

’اے بابا! آپ یہاں گھومتے گھومتے ہرنوں سے ملتے ہیں؟‘

’جی! پھلیوں کی طرح ہرن کی بھی ایک محفوظ جگہ ہوتی ہے جہاں ہرن جمع ہوتے ہیں۔‘

’مگر ہم تو صبح سے گھوم رہے ہیں لیکن پھر بھی کسی ہرن کی آواز سنائی نہیں دی۔‘

’تقریباً دس منٹ بعد بوڑھے نے مسکراتے ہوئے انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں نے اس طرف دیکھا تو صنوبر کے ایک درخت کا تاج کھوکھلا نظر آ رہا تھا۔ اس میں تازہ مٹی نظر آ رہی تھی جیسے کسی نے ابھی ابھی اسے کھودا ہو۔‘

’ارے وہ کیا ہے؟‘

’وہ ہرن کا غسل خانہ ہے۔‘

’غسل خانہ؟‘

’یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ہرن کبھی کبھی آتے ہیں اور زمین پر پل کھاتے ہوئے جسم کے کینڑے اتارتے ہیں۔ وہ تازہ مٹی دیکھو‘ تھوڑی دیر پہلے وہاں ہرن موجود

تھے۔‘

یہ کہنے کے بعد بوڑھے نے سٹی بجائی۔ اس سٹی کی آواز سن کر دونوں کہتے فوراً دوڑے آئے اور کچھ سوچنے لگے۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنی ٹانگ زمین پر لگائے ادھر ادھر سوچتے رہے مگر اچانک دونوں ایک ساتھ بھاگنے لگے اور صنوبر کے درختوں میں اوٹھل ہو گئے۔

’ارے! جلدی سے آ جاؤ!‘

بوڑھا یہ کہتے ہوئے درختوں کے درمیان دوڑنے اور چٹان پر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں وہ ایک چھوٹی پیاز کی سرے پر آیا۔ بوڑھے نے ڈنڈے کی طرح اپنی بندوق کا سارا لیتے ہوئے سانس لی۔

’ہرن محفوظ راستے پر چلتے ہیں‘ دائیں طرف دیکھو۔ اس غسل خانے سے ٹکے کے بعد ہرن سفید صنوبر کے مرجھائے ہوئے درختوں کے درمیان سے گزرتے ہیں۔‘

’کیا اسے شکار کر سکتے ہیں؟‘

’جی ہاں! اگر کتے اسے درختوں سے نکال لیں تو۔۔۔۔۔‘

بوڑھا محتاط ہو کر سننے لگا اور مدھم آواز میں بولا:

’اوہ! کتوں کی آواز قریب سے آرہی ہے۔ اب شور مت کرنا۔۔۔۔۔!‘

بوڑھے نے سنبھل کر کھڑے ہوتے ہوئے بندوق سے نشانہ لگایا۔



آہستہ آہستہ بھوں بھوں کی آواز بڑھ گئی۔ بوڑھے کے رخسار خوشی سے سرخ ہو گئے اور اس نے ہندوق کے گھوڑے پر انگلی رکھ کر اپنے ہونٹوں کو چبایا جیسے اب مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہو۔

’اف! وہ ایک کان والا ہرن ہے‘ بوڑھا چنچا

میں نے اس طرف دیکھا، جس کے بارے میں بوڑھے نے ابھی مجھے بتایا تھا کہ صنوبر کے مرجھائے ہوئے درختوں سے ہرن گزرتے ہیں، ان درختوں سے کافی دور پہاڑ کے سرے پر ایک بڑا ہرن بارہ تیرہ ہرنوں کا ایک جھنڈ لے کر دوڑ رہا تھا۔

’ایک کان والا ہرن؟‘

’ہاں! وہ ہرن جس نے کئی دفعہ شکاریوں سے جان بچا کر اب شکاریوں کی چالاکی کو سمجھ لیا ہے۔ وہ اب شکاریوں کو دھوکا دیتے ہوئے ہرنوں کے جھنڈ کو لے کر بھاگ جاتا ہے۔ چار پانچ سال پہلے اس کا ایک کان ہندوق کی گولی سے اڑ گیا تھا اس لیے شکاری اس کو ’ایک کان والا ہرن‘ کہتے ہیں۔ ہم شکاری کسی طریقے سے اس کو پکڑنا چاہتے ہیں۔‘

یہ کہہ کر بوڑھے نے اپنے منہ میں دو انگلیاں ڈال کر سیٹی بھائی تو صنوبر کے درختوں کے اندر سے بھی جواب میں سیٹی کی آواز آئی اور وہ اس طرف دوڑنے لگا۔ کوئی دو سو میٹر دوڑنے کے بعد ایک موٹا آدمی نظر آیا جو اس طرف بھاگ رہا تھا۔

’جی رو کی جی Jirokichi! تم نے دیکھا ہو گا۔‘ بوڑھا چنچا

’ہاں! دیکھا! کی جی سو کے! وہ تو ایک کان والا ہرن ہے!‘

’ہاں! ایک کان والا ہرن ہے! تم اپنے کتوں کو پیچھے والی پہاڑی کے سرے کی طرف بھیج دو اور انھیں بھونکنے دو۔ میں نے اپنے کتوں کو ہرن کے پیچھے دوڑایا ہے۔‘

’اب وہ ایک کان والا ہرن وادی کی طرف آ جائے گا۔ تم وادی کی بڑی چٹان پر جاؤ اور وہاں انتظار کرو۔ میں صنوبر کے درخت کے نیچے ہرن کا انتظار کروں گا تاکہ ہم اس کو پکڑ سکیں۔‘

’نھیک ہے۔‘ جی رو کی جی نے جواب دیا اور سیٹی بجاتے ہوئے ایک چھوٹا پتھر دور پھینک دیا۔ جی رو کی جی کے تین کتے ایک دم بھونکتے ہوئے اس پتھر کی طرف بھاگنے لگے۔

بوڑھا اور میں سردی کے باوجود پسینے میں بھیک گئے تھے۔ ہم پہاڑ کے سرے سے وادی کے اکیلے صنوبر کے پاس پہنچے۔

تھوڑی دیر کے بعد وادی کے نیچے سے سیٹی کی آواز آئی۔ بوڑھے نے بھی سیٹی بجاتے ہوئے بتایا۔ جی رو کی جی تیار ہو گئے ہو۔

چاروں طرف سناٹا چھایا رہا حتیٰ کہ کتے کی آواز بھی سنائی نہ دی۔ اچانک پہاڑ کی طرف سے گڑگڑاہٹ کی آواز آئی، جو رفتہ رفتہ قریب آنے لگی۔ چاروں طرف بڑے بڑے درخت اپنی شاخوں کو زور سے ہلاتے ہوئے عجیب سی آواز دینے لگے۔ طوفانی ہوا چلنے لگی اور بڑے بڑے قطروں کی بارش شروع ہو گئی۔ گڑگڑگڑگڑ۔۔۔۔۔

تیز ہوانے پہاڑ کے بڑے بڑے درختوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

ہوا کی آواز میں کتوں کی ہلکی سی آواز بھی شامل تھی۔

’کتنے کہاں بھونک رہے ہیں؟‘

میں غور سے سننے لگا مگر کچھ پیہ نہیں چلا۔ جی رو کی جی کی سٹی کی آواز پھر

آئی۔ ہم دونوں اس بڑی چٹان کی طرف دوڑنے لگے جہاں جی رو کی جی تھی۔ جی رو کی جی نے چیختے ہوئے انگلی سے پہاڑ کی چوٹی کی طرف اشارہ کیا۔

وہاں دیکھا تو وادی کے اوپر ایک ابھری ہوئی چٹان پر ایک کان والا ہرن اور ہرنوں کا جھنڈ جمع تھا اور پانچ شکاری کتے زور زور سے بھونک رہے تھے۔ ایک کان والے ہرن نے اپنے سر کو نیچے جھکا رکھا تھا اور ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے سینک بٹا کر کتوں سے مقابلہ کر رہا ہو۔

’پہلے اس نے ہمیں دھوکا دیا تھا مگر کتوں سے گھبرا گیا ہے‘ اب ہمیں کامیابی ہوگی۔‘

بوڑھا اپنے سفید دانت دکھاتے ہوئے مسکرایا۔ مگر ایک دم اُف! کہتے ہوئے اس کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

بڑے ہرن نے اپنا جسم ہلاتے ہوئے ایک کتے کو اپنے سینک سے دھکا دے کر وادی کے نیچے گیند کی طرح پھینک دیا۔

’اف! دیر نہیں کرنا چاہئے۔ جلدی چلو!‘

بوڑھے کی آواز آئی۔ جہاں وہ بڑا ہرن کھڑا تھا۔ وہاں تک جلد از جلد پہنچنے

کے لیے ہم لڑھکتے اور پھسلتے ہوئے چلنے لگے۔

111

راستے میں تیز بارش ہونے لگی۔ ہوا اور تیز ہو گئی۔ جیسے بڑی بڑی لہریں چٹان سے ٹکرا رہی ہوں ویسے ہی ہوا شاخوں اور بڑے درختوں کو ہلانے لگی۔ بارش کے قطرے پتھر کی طرح جسم سے ٹکرا رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ہم ایک بڑے سمندر کی لہروں میں پھنس گئے ہوں۔ ہوا اور بارش کی وجہ سے ہم ٹاک سے سانس نہیں لے سکتے تھے۔ اس لیے منہ سے سانس لینے لگے تو بارش کے قطرے منہ میں جانے لگے، جیسے بارش منہ کو بند کرنا چاہ رہی ہو۔

اس کیفیت میں ہم کھانستے ہوئے زمین پر منہ لگا کر بمشکل سانس لیتے رہے۔ مگر وہ بھی تھوڑی دیر کے بعد مشکل ہو گیا۔

ایک ہزار میٹر سے زیادہ اونچے پہاڑوں پر چٹانوں کے درمیان بارش کی وجہ سے آبشار بن گئے اور سفید چلن کی طرح بارش کا پانی کرنے لگا۔

پہاڑ کی مٹی بالکل دریا کی طرح بننے لگی۔ گھنے بادلوں سے آسمان بھر گیا۔ سارے بادل صنوبر کے درختوں کی شاخوں پر پھیل گئے اور ہمیں آگے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

بجلی بھی اتنی زور سے کڑک رہی تھی جیسے ہمارے کانوں میں گھس کر گونج رہی ہو۔ تبھی وہ قریب سے درختوں پر گر جاتی۔ ہر مرتبہ درختوں کے ٹوٹنے کی آواز آتی اور درخت دھڑام سے گر جاتے۔ یہ ہو سکتا تھا کہ ہم ان درختوں کے نیچے پکے جاتے



یا بجلی ہمارے اوپر گرتی اور ہم جل جاتے!

گرمیوں کے موسم میں بھی پہاڑی علاقوں میں سردی پڑتی ہے اور اس پہاڑی علاقے میں تو ہم سردیوں کے موسم میں آئے تھے۔ ہم بارش کی وجہ سے سر سے پاؤں تک بھیگے ہوئے تھے۔

سردی اور خوف کی وجہ سے ہم کانپ رہے تھے اور ہمارے دانت بچ رہے تھے۔ جسم سن ہو گئے اور ایسا لگا کہ ہمارا جسم ہمارا جسم نہیں۔ ہو سکتا تھا کہ ہم اس جائزے کی بارش میں جم جاتے۔

میری چلتے اور آگے جانے کی ہمت بتدریج ختم ہونے لگی۔ بوڑھے اور جی رو کی پی نے دونوں بازوؤں سے مجھے سنبھال رکھا تھا۔ مجھے نیند آنے لگی۔ میں سوچنے لگا کہ اگر اب کچھ سوچے بغیر سو جاؤں تو کتنا اچھا ہو۔ چلتے ہوئے مجھے اونگھ آگئی۔

’مت سو! اگر سو گئے تو مرجاؤ گے!‘

دونوں نے یہ کہتے ہوئے میرے گالوں پر زور سے تھپڑ مارے تو حیرت اور تکلیف سے میری آنکھیں کھل گئیں۔ بوڑھے اور جی رو کی پی کو بھی شدید سردی کی وجہ سے چلتے ہوئے اونگھ آ رہی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو بھی تھپڑ مارتے رہے اور نیند دور کرتے رہے۔

اگرچہ ہم ایک دوسرے کی نیند دور کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس اونچے پہاڑ پر سردی کی بارش میں بھیگتے رہتے تو ہو سکتا تھا کہ ہم شام تک مر جاتے۔

’کی ری گا ہورا Kirigahora کے غار تک چلیں!‘

ہاں! اس غار تک!

بوڑھا اور جی رو کی پی آپس میں باتیں کرنے لگے۔

#### IV

مجھے پتہ نہیں ہم کیسے چلتے رہے اور کیسے جان بچا کے وہاں تک پہنچ سکے۔

پہاڑ کی درمیانی چٹان پر ایک کھلے غار میں ہم ٹھس گئے۔

’او! یہ کی ری گا ہورا کا غار ہے!‘

یہ کہتے ہوئے بوڑھا غار میں بیٹھ گیا۔ وہ اس حالت میں جسم نہ ہلا سکتا تھا۔

باہر بارش اور ہوا کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ مگر غار میں سناٹا تھا اور نہ

جانے کیوں غار کے اندر بارش کی بوچھاڑ اور ہوا نہیں آ رہی تھی۔

ہم تھوڑی دیر تک بالکل گرم مسم بیٹھے رہے۔ مگر آرام کرنے کے بعد انتہائی

سردی کی وجہ سے مفلوج آدمیوں کی طرح پھر جسم تھر تھرانے شروع ہو گئے۔

اب کپڑے اتار کر پانی نچوڑ دینا چاہیے۔ پھر ایک دوسرے کے جسم کو اس

کپڑے سے رگڑنا چاہیے۔

اس مرتبہ بھی بوڑھے نے کہا اور ہم ایک دوسرے کے جسم کو رگڑنے لگے۔

مگر یہ بھی ٹھنڈے جسم کو گرم کرنے کے لیے کافی نہ تھا۔ ہوش آتے ہی سردی

اور زیادہ محسوس ہونے لگتی اور جسم اور زیادہ تیزی سے ٹھنڈے لگتا۔

ہم بمشکل اس غار تک پہنچ تو گئے تھے مگر ہو سکتا تھا کہ ہم وہیں مر جاتے۔

ٹھنڈے ہوئے غار کو غور سے دیکھا تو اندھیرے میں ایک عجیب سی چیز دیکھ کر

ہم حیران رہ گئے۔

غار میں ہم سے صرف ایک میٹر آگے تقریباً تیس ہرنوں کا جھنڈ اور پندرہ سولہ بندر موجود تھے۔ ہرن بھی ایک دوسرے سے اپنا جسم لگا کر بیٹھے تھے اور بندر انسانوں کی طرح اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے۔

ہم تینوں کے غار کے اندر آنے کے بعد بھی نہ وہ بھاگے نہ شور مچایا بلکہ ہماری طرف دیکھے بغیر آرام سے بیٹھے رہے۔

بت پہلے میں نے ایک گم نام علاقے کے سفرنامے میں پڑھا تھا کہ جو جانور ہمیشہ ایک دوسرے سے نفرت کرتے اور ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں، وہ سب ایک ہی جگہ جمع ہو کر ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ شاید یہ جانوروں کی عادت ہو کہ جب ایک دوسرے کو کوئی خطرہ پیش آئے تو وہ ایک دوسرے کی مدد کر کے ایک دوسرے کی جان بچاتے ہوں۔

ہم پہلے تو حیران ہو گئے اور سوئے ہوئے ہرنوں کو دیکھتے رہے مگر ان کے نرم بال اور ان کے سوکھے گرم جسموں نے ہماری جینے کی خواہش کو زندہ کر دیا۔ ہم تینوں نے ایک دم ہرنوں کے جھنڈ میں گھس کر ان کے گرم جسموں سے اپنے ٹھنڈے جسموں کو لگا دیا۔

ہرنوں نے شور نہیں مچایا۔

کتنا خوش گوار تھا یہ لمحہ! ہلکی سی گرمی جنگلی ہرنوں کے ذریعے ہمارے جسموں میں پہنچ رہی تھی۔ موت سے بچنے اور مطمئن ہونے کی وجہ سے یا تھکے ہوئے اور ٹھنڈے جسم کو گرمی پہنچنے کی وجہ سے ہم پر غنودگی طاری ہونے لگی جیسے کہ ہم اچھی موسیقی سن رہے ہوں، پھر ہم مدہوش ہونے لگے۔





ہم نہ جانے کتنے گھٹنے سوئے؟ اچانک ہمیں محسوس ہوا کہ کسی نے ہمیں جگا دیا ہے۔

جاگتے ہی جسم کو ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ کوئی تیس ہرنوں کا جھنڈ اپنے بڑے بڑے سینگوں کو ہلا رہا تھا۔

اب کیا ہو گا؟ بندوق تو کپڑوں کے ساتھ غار کے کونے پر رکھی ہوئی تھی۔ ہمارے پاس کوئی اسلحہ نہ تھا۔ اگر ہرنوں کے جھنڈ نے ہم پر نوکیلے سینگوں سے حملہ کر دیا تو ابھی جو جان بچی ہے وہ نہ بچے گی۔ مگر ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے اس لیے اپنے دل میں دعا مانگتے ہوئے اپنے جسموں کو حرکت دیے بغیر لیٹے رہے۔ مگر ہرن ہماری طرف کوئی توجہ دیے بغیر ایک قطار بنائے غار سے باہر جانے لگے۔

وہ آہستہ آہستہ چٹان کے راستے وادی کی طرف اتر رہے تھے۔ اس جھنڈ میں سب سے آگے ایک کان والا ہرن کھڑا تھا۔  
’ادہ! وہ! وہ! وہ! وہ! ایک کان والا ہرن!‘

یہ کہتے ہوئے جی رو کی چچی نے غار کے کونے پر رکھی ہوئی بندوق کو لیا اور اپنے کندھے پر رکھ کر ایک کان والے ہرن کے سر کا نشانہ لیا، ’میں بے ساختہ چیخا، چھوڑو! جی رو کی چچی! آج اس ایک کان والے ہرن کی وجہ سے ہی ہماری جان بچی ہے!‘

بوڑھے نے مسکراتے ہوئے سر کو ہلایا جیسے ”ہاں“ کہہ رہا ہو۔ جی رو کی چچی تھوڑا سا جھینپا اور اس نے بھی ”ہاں“ کہہ کر بندوق کو کندھے سے اتار لیا۔  
اب سورج نکل آیا تھا۔ سورج کی روشنی میں نہاتے ہوئے ایک کان والا ہرن اپنا جھنڈ لے کر وادی میں اگے صنوبر کے درختوں میں او جھل ہو گیا۔